سلسلہ: رسائلِ فتاوٰی رضویہ

جلد: چھبیسویں

رسالہ نمبر 4

نطق الھلال بارخ ولاد الحبیب والوصال

حبیب خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تاریخ ولادت ووصال پر ہلال کی گواہی

پیشکش: مجلسِ آئی ٹی (دعوتِ اسلامی)

رسالہ
نطق الھلال بارخ ولاد الحبیب والوصال
(حبیب خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تاریخ ولادت ووصال پر ہلال کی گواہی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

فصل اوّل

کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں :

مسئلہ ۲۱۷: اولٰی استقرار نطفہ زکیہ سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کس ماہ وتاریخ میں ہوا؟ بیّنواتوجروا(بیان فرمایئے اجردیئے جاؤگے۔ت)

الجواب:

بعض غرہ رجب کہتے ہیں رواہ الخطیب عن سیّدنا سھل التستری قدس سرہ(اس کو خطیب نے سیدنا سہل تستری قدس سرہ سے روایت کیا۔ت)اور بعض دہم محرم،

اخرج ابونعیم وابن عساکر عن عمروبن شعیب عن ابیہ عن جدہٖ قال حمل برسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی عاشوراء المحرم وولد	اس کو ابونعیم اور ابن عساکر نے عمروبن شعیب سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے اپنے دادا سے روایت کیاکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کااستقرار حمل دس محرم ہوااور ولادت

یوم الاثنین لثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من رمضان[1] **اقول:** فیہ مسیب بن شریك ضعیف جدا۔	باسعادت بروز پیر دس رمضان المبارک کو ہوئی۔ **میں کہتا ہوں** اس میں مسیب بن شریک ہے جو انتہائی ضعیف ہے۔ (ت)

اور صحیح یہ ہے کہ ماہ عـــہ حج کی بارہویں تاریخ ھکذا صححہ فی المدارج کماسیأتی (مدارج میں اسی کی تصحیح فرمائی ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ت) **اقول:** (میں کہتاہوں۔ت) اس کی مؤید ہے حدیث ابن سعد وابن عساکر کہ زن خثعمیہ نے حضرت عبداللہ کو اپنی طرف بلایا، رمی جمار کا عذر فرمایا، بعد رمی حضرت آمنہ سے مقاربت کی، اور حمل اقدس مستقر ہوا، پھر خثعمیہ نے دیکھ کر کہا کیا ہمبستری کی؟ فرمایا ہاں، کہاکہ وہ نور کہ میں نے آپ کی پیشانی سے آسمان تک بلند دیکھا تھانہ رہا آمنہ کو مژدہ دیجئے کہ ان کے حمل میں افضل اہل زمین ہے۔

قال ابن سعد انا وھب بن جریر ابن حازم ثنا ابی سمعت ابایزید المدینی قال نبئت ان عبداللہ ابارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اتی امرأۃ من خثعم فرأت النور بین عینیہ نوراساطعا الی السماء فقالت ھل لك فیّ قال نعم حتّی ارمی الجمرۃ[2] الحدیث۔	ابن سعد نے کہا ہمیں وہب بن جریر بن حازم نے خبر دی، انھوں نے کہا مجھے میرے باپ نے بتایا کہ میں نے ابویزید مدینی کو کہتے ہوئے سنا مجھے خبر دی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے والد ماجد سیدنا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قبیلہ بنی خثعم کی ایک عورت کے پاس تشریف لائے تو اس نے آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور آسمان تک بلند دیکھا اور کہاکہ کیا آپ کو مجھ میں کوئی رغبت ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں یہاں تک کہ میں جمرات کو رمی کرلوں، حدیث۔(ت)

ظاہر ہے کہ رمی جمار نہیں ہوتی مگر حج میں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۸: ثانیہ دن کیا تھا؟

الجواب:

کہاگیا روز دوشنبہ ذکرہ الزبیر بن بکار وبہ جزم

عـــہ: اس کی تحقیق مسئلہ پنجم میں آتی ہے۔ ۱۲منہ

[1] تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر مولد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۹

[2] تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر طھارۃ مولدہ وطیب اصلہ الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۲۸

فی مجمع البحار[3] (اس کو زبیر نے ذکر کیا اور مجمع البحار میں اسی پر جزم فرمایا۔ت) اور اصح یہ ہے کہ شب جمعہ تھی، اسی لئے امام احمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ شب جمعہ کو شب قدر سے افضل کہتے ہیں کہ یہ خیر وبرکت و کرامت وسعادت جو اس میں اُتری اس کے ہمسر نہ کبھی اُتری نہ قیامت تک اُترے، وہاں "تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا"[4] (اس میں فرشتے اور روح الامین اترتے ہیں۔ ت) یہاں مولائے ملائکہ وآقائے روح کا نزول اجلال عظیم الفتوح ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ مدارج النبوۃ میں ہے:

استقرار نطفہ زکیّہ درایام حج بر قول اصح دراوسط ایام تشریق شب جمعہ بود، وازیں جہت امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ لیلۃ الجمعہ را افضل تراز لیلۃ القدر داشتہ[5] الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم	اصح قول کے مطابق نطفہ مطہرہ کا استقرار حج کے دنوں میں ایام تشریق کے درمیان جمعہ کی رات کو ہوا۔ اسی وجہ سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ شب جمعہ کو شب قدر سے افضل سمجھتے ہیں الخ (ت)

مسئلہ ۲۱۹: ثالثہ مدت حمل شریف کس قدر تھی؟

الجواب:

دہ ۱۰ ونہ ۹ ہفت وشش ۶ ماہ سب کچھ کہا گیا اور صحیح نو ۹ مہینے ہیں،

فی شرح الزرقانی للمواھب اختلف فی مدۃ الحمل بہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقیل تسعۃ اشھر کاملۃ و بہ صدر مغلطائی قال فی الغرر وھو الصحیح[6] الخ و اللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔	مواہب کی شرح زرقانی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مدت حمل میں اختلاف ہے، چنانچہ کہا گیا کہ پورے نوماہ ہے۔ مغلطائی نے اسی قول کو مقدم کیا۔ غرر میں فرمایا کہ یہی صحیح ہے الخ، اللہ تعالٰی درست بات کو خوب جانتا ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ (ت)

[3] مجمع بحار الانوار بیان نسبہ صلی اللہ علیہ وسلم مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورہ ۵/ ۲۶۵
[4] القرآن الکریم ۹۷/ ۴
[5] مدارج النبوۃ باب اول نور مصطفی استقرار نطفہ زکیہ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ملتان ۲/ ۱۳
[6] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول ذکر تزوج عبداللہ وآمنہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۳۶

مسئلہ ۲۲۰: رابعہ ولادت شریف کادن کیا ہے؟

الجواب:

بالاتفاق دوشنبہ صرح بہ العلامۃ ابن حجر فی افضل القری (علامہ ابن حجر نے افضل القرٰی میں اس کی تصریح فرمائی۔ ت) سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پیر کے دن کو فرماتے ہیں:

ذٰلك یوم ولدت فیه، رواہ مسلم [7] عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالٰی عنه۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	میں اسی دن پیدا ہوا ہوں (اس کو امام مسلم نے ابو قتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۱: خامسہ کیا مہینہ تھا؟

الجواب:

رجب، صفر، ربیع الاول، محرم، رمضان سب کچھ کہا گیا اور صحیح و مشہور و قول جمہور ربیع الاول ہے، مدارج میں ہے:

مشہور آنست کہ در ربیع الاول بود [8]۔	مشہور یہ ہے کہ ولادت مبارکہ ماہ ربیع الاول شریف میں ہوئی۔ (ت)

شرح الہمزیہ میں ہے:

الاصح فی شھر ربیع الاول [9]۔	اصح یہ ہے کہ ماہ ربیع الاول میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ (ت)

ربیع الاول، مواہب میں ہے: وھو قول جمھور العلماء [10] (اور وہ جمہور علماء کا قول ہے۔ ت) پھر کہا فی شھر ربیع الاول علی الصحیح [11] (صحیح قول کے مطابق ربیع الاول میں ہے۔ ت)

---

[7] صحیح مسلم کتاب الصیام باب استحباب صیام ثلاثه الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۶۸

[8] مدارج النبوۃ باب اول ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۴

[9] الفتوحات الاحمدیۃ بالمنح المحمدیۃ شرح الہمزیۃ قولہ لیلۃ المولد جمالیہ قاہرہ ص ۱۰

[10] المواہب اللدنیۃ المقصد الاول یوم الولادۃ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۴۰

[11] المواہب اللدنیۃ المقصد الاول شہر الولادۃ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۴۲

شرح زرقانی میں ہے:

قال ابن کثیر هو المشهور عند الجمهور[12]۔	ابن کثیر نے کہا جمہور کے نزدیک یہی مشہور ہے(ت)

اسی میں ہے:وعلیه العمل[13] (اوراسی پر عمل ہے۔ت)علماء نے باآنکہ اقوال مذکرہ سے آگاہ تھے محرم ورمضان ورجب کی نفی فرمائی، مواہب میں ہے:

لم یکن فی المحرم ولافی رجب ولافی رمضان[14]۔	ولادت مبارکہ نہ تو محرم میں ہوئی اور نہ ہی رجب میں اور نہ رمضان میں۔(ت)

شرح ام القرٰی میں ہے:

لم یکن فی الاشهر الحرم اورمضان[15]۔	حرمت والے مہینوں یارمضان میں ولادت مبارکہ نہیں ہوئی(ت)

یہاں تک کہ علامہ ابن الجوزی وابن جزار نے اسی پراجماع نقل کیا۔ نسیم الریاض میں تلقیح سے ہے:

اتفقوا علٰی انه ولد یوم الاثنین فی شهر ربیع الاول[16]۔	اس پر علماء متفق ہیں کہ آپ ماہ ربیع الاول میں پیر کے روز پیدا ہوئے۔(ت)

اسی طرح ان کی صفوہ میں ہے، کما للزرقانی ثم عزاه ایضا لابن الجزار (جیساکہ زرقانی کاقول ہے، پھر اس کو ابن جزار کی طرف منسوب کیا۔ت) پس اس کاانکار اگر ترجیحات علماء واختیار جمہور کی ناواقفی سے ہو تو جہل ورنہ مرکب کہ اس سے بدتر، فقیر کہتاہے مگراس تقدیر پراستقرار حمل ماہ ذی الحجہ میں صریح اشکال کہ دربارہ حمل چھ مہینے سے کمی عادۃً محال،اور خود اوپر گزرا کہ مدت حمل شریف نہ ماہ ہونااصح الاقوال،تو یہ تینوں تصحیحیں کیونکر مطابق ہوں لکنی **اقول**:وباللّٰه التوفیق(لیکن میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتاہوں۔ت) مہینے زمانہ جاہلیت میں معین نہ تھے اہل عرب ہمیشہ شہر حرم کی تقدیم

---

[12] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد الاول دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۳۲

[13] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد الاول دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۳۲

[14] المواہب اللدنیہ المقصد الاول یوم ولادۃ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۴۲

[15] شرح ام القرٰی

[16] نسیم الریاض فصل ومن ذٰلک ماظهر من الآیات عند مولدہ مرکز اہل سنت برکات رضا ۳/ ۲۷۵

تاخیر کرلیتے جس کے سبب ذی الحجہ ہر ماہ میں دورہ کرجاتا،

قال اللہ تعالٰی " اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَةٌ فِی الْكُفْرِ یُضَلُّ بِهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّ یُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّیُوَاطِــُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَیُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ "[17]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا ان کا مہینے پیچھے ہٹنا نہیں مگر اور کفر میں بڑھنا، اس سے کافر بہکائے جاتے ہیں۔ ایک برس اسے حلال ٹھہراتے ہیں اور دوسرے برس اسے حرام مانتے ہیں کہ اس گنتی کے برابر ہوجائیں جو اللہ تعالٰی نے حرام فرمائی(ت)

یہاں تک کہ صدیق اکبر و مولٰی علی کرم اللہ وجہہما نے جو ہجرت سے نویں سال حج کیا وہ مہینا واقع عـــہ میں ذیقعدہ تھا سال دہم میں ذی الحجہ اپنے ٹھکانے سے آیا سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حج فرمایا اور ارشاد کیا:

ان الزمان قد استدار کھیأتہ یوم خلق اللہ السمٰوٰت والارض الحدیث۔ رواہ الشیخان[18]۔	یعنی زمانہ دورہ کرکے اسی حالت پر آگیا جس پر روز تخلیق زمین وآسمان تھا اس حدیث کو امام بخاری وامام مسلم نے روایت فرمایا ہے۔ت)

عـــہ: اس پر اعتراض ہے کہ بروز عرفہ صدیق ومرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما نے اعلان احکام الٰہیہ فرمایا جسے رب عزوجل نے "وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۙ۬ وَ رَسُوْلُهٗ ؕ "[19] (اور منادی پکار دیتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے سب لوگوں میں بڑے حج کے دن کہ اللہ بیزار ہے مشرکوں سے اور اس کا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ت) فرمایا اگر وہ ذی الحجہ نہ ہوتا ایسا نہ فرماتا۔ اقول: وفیہ نظر بوجوہ فتامل منہ غفرلہ (میں کہتا ہوں اس میں کئی وجوہ سے نظر ہے پس غور کرو۔ت)

---

[17] القرآن الکریم ۹/ ۳۷

[18] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ برأۃ باب قولہ ان عدۃ الشہور الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۷۲، صحیح مسلم کتاب القسامۃ باب تغلیظ تحریم الدماء قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۰

[19] القرآن الکریم ۹/ ۳

اس دن سے نسی نسیًا منسیا ہوا اور یہی دورہ دوازدہ ماہہ قیامت تک رہا تو کچھ بعید نہیں کہ اس ذی الحجہ سے ربیع الاول تک نو مہینے ہوں شاید شیخ محقق اسی نکتہ کی طرف مشیر ہیں کہ زمانہ استقرار مبارک کو ایام حج سے تعبیر کیا نہ کہ ذی الحجہ سے، اگرچہ اس وقت کے عرف میں اسے ذی الحجہ بھی کہنا ممکن تھا۔ **اقول:** اب مسئلہ ثالثہ وخامسہ کی تصحیحوں پر مسئلہ اولٰی کا جواب ۱۲ جمادی الآخرہ ہوگا مگر جاہلیت کا دور نسیئ اگر منتظم مانا جائے یعنی علی التوالی ایک ایک مہینا ہٹاتے ہوں تو سال استقرار حمل اقدس ذی الحجہ شعبان میں پڑتا ہے نہ کہ جمادی الآخرہ میں کہ ذی الحجہ حجۃ الوداع شریف جب عمر اقدس حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تریسٹھواں سال تھا ذی الحجہ میں آیا تو ۱۲، ۱۲ کے اسقاط سے جب عمر اقدس سے تیسرا سال تھا ذی الحجہ میں ہوا اور دوسرا سال ذی القعدہ اور پہلا سال شوال، ولادت شریفہ رمضان اا ور سال استقرار حمل مبارک شعبان میں لیکن ان نامنتظموں کی کوئی بات منظّم نہ تھی جب جیسی چاہتے کرلیتے، لٹیرے لوگ جب لوٹ مار چاہتے اور مہینا ان کے حسابوں اشہر حرم سے ہوتا، اپنے سردار کے پاس آتے اور کہتے اس سال یہ مہینا حلال کردے، وہ حلال کردیتا، اور دوسرے سال گنتی پوری کرنے کو حرام ٹھہرادیتا **کما رواہ ابناء جریر والمنذر ومردویہ وابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما**[20] (جیسا کہ اس کو جریر، منذر، مردویہ اور ابو حاتم کے بیٹوں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت) تو اس سال جمادی الآخرہ میں ذی الحجہ ہونا کچھ بعید نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

فائدہ: سائل نے یہاں تاریخ سے سوال نہ کیا اس میں اقوال بہت مختلف ہیں، دو[۲]، آٹھ[۸]، دس[۱۰]، بارہ[۱۲]، سترہ[۱۷]، اٹھارہ[۱۸]، بائیس[۲۲]، سات[۷] قول ہیں مگر اشہر واکثر وماخوذ ومعتبر بارہویں ہے۔ مکہ معظّمہ میں ہمیشہ اسی تاریخ مکان مولد اقدس کی زیارت کرتے ہیں **کما فی المواہب والمدارج**[21] (جیسا کہ مواہب لدنیہ اور مدارج النبوۃ میں ہے۔ت) اور خاص اس مکان جنت نشان میں اسی تاریخ مجلس میلاد مقدس ہوتی ہے۔ علامہ قسطلانی وفاضل زرقانی فرماتے ہیں:

المشھور انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولد یوم الاثنین ثانی عشر ربیع الاول وھو قول محمد بن اسحاق امام المغازی وغیرہ[22]۔	مشہور یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بارہ ربیع الاول بروز پیر کو پیدا ہوئے، امام المغازی محمد بن اسحاق وغیرہ کا یہی قول ہے۔ (ت)

---

[20] الدر المنثور تحت الآیۃ ۹/ ۳۷ ۴/ ۱۷۳

[21] المواہب اللدنیہ المقصد الاول ۱/ ۱۴۲

[22] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول ذکر تزوج عبداللہ آمنہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۳۲

شرح مواہب میں امام ابن کثیر سے ہے:

ھو المشھور عند الجمھور[23]۔	جمہور کے نزدیک یہی مشہور ہے۔(ت)

اسی میں ہے: ھو الذی علیہ العمل[24] (یہی وہ ہے جس پر عمل ہے۔ت) شرح الہمزیہ میں ہے: ھو المشھور وعلیہ العمل[25] (یہی مشہور ہے اور اسی پر عمل ہے۔ت) اسی طرح مدارج وغیرہ میں تصریح کی۔

وان کان اکثر المحدثین والمؤرخین علی ثمان خلون وعلیہ اجمع اھل الزیجات واختارہ ابن حزم والحمیدی وروی عن ابن عباس وجبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنھم وبالاول صدر مغلطائی و اعتمدہ الذھبی فی تھذیب التھذیب تبعاً للمزی و حکم المشھور بقیل وصحح الدمیاطی عشرا خلت **اقول**: وحاسبنا فوجد ناغرۃ المحرم الوسطیۃ عام ولادتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم الخمیس فکانت غرۃ شھر الولادۃ الکریمۃ الوسطیۃ یوم الاحد والھلالیۃ یوم الاثنین فکان یوم الاثنین الثامن من الشھر ،ولذا اجمع	اگرچہ اکثر محدثین ومورخین کا نظریہ ہے کہ ولادت با سعادت آٹھ تاریخ کو ہوئی، اہل زیجات کا اسی پر اجماع ہے۔ ابن حزم وحمیدی کا یہی مختار ہے اور ابن عباس وجبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھی مروی ہے۔ مغلطائی نے قول اول سے آغاز فرمایا اور امام ذہبی نے مزی کی پیروی کرتے ہوئے تہذیب التہذیب میں اسی پر اعتماد کیا اور قیل کے ساتھ مشہور کا حکم لگایا اور دمیاطی نے دس تاریخ کو صحیح قرار دیا۔ **اقول**: (میں کہتا ہوں) ہم نے حساب لگایا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولادت اقدس والے سال محرم کا غرہ وسطیہ (آغاز) جمعرات کے روز پایا تو اس طرح ماہ ولادت کریمہ کا غرہ وسطیہ بروز اتوار اور غرہ ہلالیہ بروز پیر ہوا اس طرح پیر کے روز ماہ ولادت مبارکہ کی آٹھ تاریخ بنتی ہے۔ یہ وجہ

[23] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول ذکر تزوّج عبداللہ آمنہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۳۲

[24] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول ذکر تزوّج عبداللہ آمنہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۳۲

[25] الفتوحات الاحمدیۃ بالمنح المحمدیۃ شرح الھمزیۃ تحت قولہ لیلۃ المولد جمالیہ قاہرہ ص ۱۰

علیه اصحاب الزیج ومجرد ملاحظة الغرة الوسطیة یظهر استحالة سائر الاقوال ماخلا الطرفین والعلم بالحق عند مقلب الملوین۔	ہے کہ اہل زیجات کا اس پر اجماع ہے۔ محض غرّہ وسطیہ کو دیکھنے سے طرفین کے علاوہ تمام اقوال کا محال ہونا ظاہر ہو جاتا ہے اور حق کا علم شب و روز کو بدلنے والے کے پاس ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ تلقی امت بالقبول کے لئے شان عظیم ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الفطر یوم یفطر الناس والاضحٰی یوم یضحی الناس، رواہ الترمذی[26] عن امّ المؤمنین الصدیقة رضی اللہ تعالٰی عنها بسند صحیح۔	عیدالفطر اس دن ہے جس دن لوگ عید کریں اور عیدالاضحٰی اس روز ہے جس روز لوگ عید سمجھیں (اس کو امام ترمذی نے صحیح سند کے ساتھ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

فطرکم یوم تفطرون واضحاکم یوم تضحون۔ رواہ ابوداؤد[27] والبیهقی فی السنن عن ابی هریرة رضی اللہ تعالٰی عنه بسند صحیح ورواہ الترمذی وحسنه فزاد فی اوله "الصوم یوم تصومون والفطر"[28] الحدیث وارسله الشافعی فی مسندہ والبیهقی فی سننه عن عطاء فزاد فی اٰخرہ "وعرفة یوم تعرفون[29]"	تمہاری عیدالفطر اس دن ہے جس دن تم عید الفطر کرو اور تمہاری عیدالاضحٰی اس دن ہے جس دن کو تم عید الاضحٰی سمجھو۔ اس کو ابو داؤد اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ترمذی نے اس کو روایت کرکے حسن قرار دیا اور اس کے شروع میں یہ بڑھایا کہ روزہ کا دن وہی ہے جس کو تم سب روزے کا دن قرار دو اور عید الفطر کا دن وہ ہے (حدیث کے آخر تک)۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ نے اپنی مسند میں اس کو بطور ارسال ذکر فرمایا۔

[26] جامع الترمذی ابواب الصوم باب ماجاء فی الفطر والاضحی متی یکون امین کمپنی دہلی ۱/ ۹۹
[27] سنن ابی داؤد کتاب الصیام باب اذا اخطأ القوم الهلال آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۱۸
[28] جامع الترمذی ابواب الصیام باب ماجاء ان الفطر یوم تفطرون الخ امین کمپنی دہلی ۱/ ۸۸
[29] السنن الکبرٰی کتاب الحج باب خطأ الناس یوم عرفه دار صادر بیروت ۵/ ۱۷۶

	بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت عطاء سے روایت کرتے ہوئے آخر میں یہ اضافہ کیا کہ یوم عرفہ وہ ہے جس کو تم یوم عرفہ سمجھو۔(ت)

یعنی مسلمانوں کا روز عید الفطر و عید الاضحیٰ روز عرفہ سب اس دن ہے جس دن جمہور مسلمین خیال کریں اسے **وان لم یصادف الواقع ونظیرہ قبلۃ التحری** (اگرچہ وہ واقع کے مطابق نہ ہو اس کی نظیر قبلہ تحری ہے۔ت) لاجرم عید میلاد والا بھی کہ عید اکبر ہے قول و عمل جمہور مسلمین ہی کے مطابق بہتر ہے **فلاوفق العمل ماعلیہ العمل** (بہترین ومناسب ترین عمل وہی ہے جس پر جمہور مسلمانوں کا عمل ہو۔ت) یہ ہے ان مسائل میں کلام مجمل، اور تفصیل کے لئے دوسرا محل۔ **واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔**

مسئلہ ۲۲۲: سادسہ شمسی تاریخ کیا تھی؟

الجواب:

ولادت اقدس ہجرت مقدسہ سے ترپین ۵۳ برس پہلے ہے، مرفوع ۶۰ سال ۵ نداک، مرفوع ۷ سال مرکا۔ ۵ لح اکہ ۱۸۷۸۱ یوم ہوئے یعنی اس سال کا محرم وسطے سال ہجرت کے محرم وسطے سے اتنے دن پہلے تھا، سات پر تقسیم کئے سے کچھ نہ بچا اور ابتدائے سال ہجری بحساب اوسط پنجشنبہ ہے تو ان ایام مذکورہ کا پچھلا دن چارشنبہ تھا اور جبکہ یہ پورے ہفتے ہیں تو ان کا پہلا دن پنجشنبہ تھا، اور جب اس سال کا مدخل پنجشنبہ ہوا تو اس ربیع الاول کا مدخل یکشنبہ تو دوشنبہ کو نویں تھی یعنی یکم وسطے وہلالی سے ایک دن پہلے ہوئی اب مابین التاریخین ہماری تحقیق میں اح ح لط ہے ۵ لح ا۔ نرھ لح۔ محرم وصفر نط۔ ط ربیع الاول۔ نرنا مو۔ ۵۰۰۵ سال ھ مح مط ررضر۷۰ سال روراھ مارچہ ال ک تاریخ مطلوب بستم اپریل ۵۷۱ء معرفت یوم ہماری جداول سے ۵۷۱۔ ۳۳۶ ۔۲۳۵۔ ۲۸ باقی ۱۱ پس جدول رمیں مقابل ۱۱ دیکھا مدخل ۵۷۱ سنہ پنجشنبہ ہوا اور مدخل اپریل چارشنبہ پس بستم اپریل دوشنبہ، **وھو المطلوب واللہ تعالٰی اعلم۔**

فصل دوم

مسئلہ ۲۲۳:　　　۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وفات شریف حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تاریخ کیا ہے؟ **بیّنوا توجروا** (بیان کیجئے اجر دیئے جاؤ گے۔ت)

الجواب:

قول مشہور و معتمد جمہور دوازدہم ربیع الاول شریف ہے، ابن سعد نے طبقات میں بطریق عمر بن علی مرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہما امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے روایت کی:

قال مات رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم الاثنین لاثنتی عشرۃ مضت من ربیع الاول[30]۔	یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وفات شریف روز دوشنبہ بارہویں تاریخ ربیع الاول شریف کو ہوئی۔

شرح مواہب علامہ زرقانی آخر مقصد اول میں ہے:

الذی عند ابن اسحٰق والجمہور انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مات لاثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من شہر ربیع الاول[31]۔	امام ابن اسحاق اور جمہور کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا وصال اقدس ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو ہوا۔ (ت)

اسی میں آغاز مقصد دہم میں ہے:

قول الجمہور انہ توفی ثانی عشر ربیع الاول[32]۔	جمہور کا قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بارہ ربیع الاول کو وصال فرمایا۔ (ت)

خمیس فی احوال انفس نفیس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ہے:

توفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم الاثنین نصف النہار لاثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من ربیع الاول سنۃ احدی عشرۃ من الہجرۃ ضحٰی فی مثل الوقت الذی دخل فیہ المدینۃ[33]۔	نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا وصال مبارک بارہ ربیع الاول شریف ۱۱ھ بروز پیر دوپہر کے وقت ہوا جس وقت آپ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تھے۔ (ت)

---

[30] الطبقات الکبرٰی ابن سعد ذکر کم مرض رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخ دار صادر بیروت ۲/ ۲۷۲

[31] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ آخر البعوث النبویۃ دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۱۱۰

[32] شرح العلامۃ الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد العاشرہ دار المعرفۃ بیروت ۸/ ۲۵۰

[33] تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس ذکر وقت موتہ علیہ السلام موسسۃ شعبان بیروت ۲/ ۱۶۶

اسی میں امام ابو حاتم رازی وامام رزین عبدری وکتاب الوفاء امام ابن جوزی سے ہے:

مرض فی صفر لعشر بقین منه وتوفی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم لاثنتی عشرۃ لیلة خلت من ربیع الاول یوم الاثنین[34]۔	حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیس صفر کو بیمار ہوئے اور بارہ ربیع الاول پیر کے روز آپ کا وصال ہوا۔(ت)

کامل ابن اثیر جزری میں ہے:

کان موته صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم یوم الاثنین لثنتی عشرۃ لیلة خلت من ربیع الاول[35]۔	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال بارہ ربیع الاول پیر کے روز ہوا۔(ت)

مجمع بحار الانوار میں ہے:

وصل بالحق فی نصف نهارہ لاثنی عشر من ربیع الاول وقیل لمستهله وقیل للیلتین خلتا منه والاول اکثر من الاخیرین[36]۔	آپ بارہ ربیع الاول کو واصل بہ حق ہوئے، ایک قول یکم ربیع الاول کو واصل بہ حق ہوئے، ایک قول دو ربیع الاول کا ہے مگر پہلا قول (۱۲ ربیع الاول) آخری دونوں سے اکثر ہے۔(ت)

اسعاف الراغبین فاضل محمد صبان میں ہے:

توفی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فی بیت عائشة یوم الاثنین قبیل الزوال للیلتین مضتا من ربیع الاول وقیل لیلة مضت منه وقیل لاثنتی عشرۃ لیلة مضت منه وعلیه الجمهور[37]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے حجرہ مبارکہ میں دو ربیع الاول شریف بروز پیر زوال سے تھوڑی دیر پہلے وصال فرمایا۔ ایک قول میں یکم اور ایک قول میں بارہ ربیع الاول ہے اور جمہور اسی قول پر ہیں۔(ت)

[34] تاریخ الخمیس ابتداء مرضه علیه الصلوٰۃ والسلام مؤسسة شعبان بیروت ۲/ ۱۶۱

[35] الکامل فی التاریخ ابن اثیر ذکر مرض رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم دار صادر بیروت ۲/ ۳۲۳

[36] مجمع بحار الانوار فصل فی السیر من سیرنا المختصر فی سبب قدوم الحبشه الخ مکتبه دار الایمان المدینة المنورہ ۵/ ۲۹۴

[37] اسعاف الراغبین

اور تحقیق یہ ہے کہ حقیقۃً بحسب رؤیت مکہ معظمہ ربیع الاول شریف کی تیرہویں تھی مدینہ طیبہ میں رؤیت نہ ہوئی لہٰذا ان کے حساب سے بارہویں ٹھہری وہی رواۃ نے اپنے حساب کی بناپر روایت کی اور مشہور ومقبول جمہور ہوئی، یہ حاصل تحقیق امام بارزی وامام عماد الدین بن کثیر وامام بدرالدین بن جماعہ وغیرھم اکابر محدثین و محققین ہے، اس کے سوادو قول ایک یکم ربیع الاول شریف **ذکرہ موسٰی بن عقبۃ واللیث والخوارزمی وابن زبیر**[38] (اس کو موسٰی بن عقبہ، لیث، خوارزمی اور ابن زبیر نے ذکر کیا۔ت) دوسرا دوم ربیع الاول شریف کہ دورافضیان کذاب ابو مخنف وکلبی کا قول ہے،

ففی الزرقانی بعد عزوالاول الی من ذکرنا وعندابی مخنف والکلبی فی ثانیہ[39]۔	زرقانی میں یکم ربیع الاول کی نسبت ان حضرات کی طرف کرنے کے بعد جن کا ہم نے ذکر کیا ہے فرمایا کہ ابومخنف اور کلبی کے نزدیک دور بیع الاول کو وصال ہوا۔(ت)

یہ دونوں اقوال محض باطل ونامعتبر بلکہ سراسر محال ونامتصور ہیں،

وان میل الی کل نظرالی الحساب لامن حیث ان روایتھا اثبت فی الباب وانما یقضی الحساب علی القولین بالبطلان والذھاب کما ستعرف بعون الملك الوھاب، ووقع فی الکامل حکایۃ ثالث حیث قال بعد ما اعتمد قول الجمھور کما نقلنا وقیل مات نصف النھار یوم الاثنین للیلتین بقیتا من ربیع الاول[40] **اقول:** وھو	ان دونوں قولوں میں سے ہر ایک کامیلان نظر حساب کی طرف ہے، اس حیثیت سے نہیں کہ ان کی روایت اس باب میں اثبت ہے، جبکہ حساب تو ان کے بطلان کا تقاضا کرتا ہے جیساکہ عنقریب تو اس کی مدد سے جان لے گا جو بہت عطافرمانے والا بادشاہ ہے۔کامل میں ایک تیسری حکایت واقع ہوئی ہے جہاں صاحب کامل نے جمہور کا معتمد قول جیساکہ ہم نے ذکر کیا ہے نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ ایک قول کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اٹھائیس ربیع الاول

[38] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد الاول آخر البعوث النبویۃ دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۱۱۰

[39] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد الاول آخر البعوث النبویۃ دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۱۱۰

[40] الکامل فی التاریخ ذکر مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار صادر بیروت ۲/ ۳۲۳

وھم وکانہ شبہ علیہ خلتا بقیتا فان الحفاظ انما یذکرون ھٰھنا سوی المشھور قولین لاغیر۔	بروز پیر وصال فرمایا اقول: (میں کہتا ہوں) یہ وہم ہے گویا کہ قائل کو خَلَتَا کے بجائے بقیتا کا اشتباہ ہوا کیونکہ حفّاظ نے یہاں پر قول مشہور کے علاوہ فقط دو ہی قول ذکر کئے ہیں (ت)

تفصیل مقام وتوضیح مرام یہ ہے کہ وفات اقدس ماہ ربیع الاول روز دوشنبہ میں واقع ہوئی، اس قدر ثابت ومستحکم ویقینی ہے جس میں اصلاً جائے نزاع نہیں۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری ومواہب لدنیہ وشرح زرقانی میں ہے:

(ثم ان وفاتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی یوم الاثنین) کما ثبت فی الصحیح عن انس ورواہ ابن سعد باسانیدہ عن عائشۃ وعلی وسعد وعروۃ وابن المسیب وابن شھاب وغیرھم (من ربیع الاول بلا خلاف) کماقال ابن عبدالبربل کادیکون اجماعًا[41]۔ الخ	(پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال پیر کے روز ہے) جیسا کہ صحیح میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ثابت ہے۔ اس کو ابن سعد نے اپنی صحیح سندوں کے ساتھ سیدنا عائشہ صدیقہ، علی مرتضٰی، سعد، عروہ، ابن مسیب اور ابن شہاب وغیرہ سے روایت کیا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم (ربیع الاول میں وصال مبارک کے ہونے میں کوئی اختلاف نہیں) جیسا کہ ابن عبدالبر نے کہا بلکہ تقریبًا اس پر اجماع ہے الخ (ت)

ادھر یہ بلاشبہ ثابت کہ اس ربیع الاول سے پہلے جو ذی الحجہ تھا اس کی پہلی روز پنجشنبہ تھی کہ حجۃ الوداع شریف بالاجماع روز جمعہ ہے،

وقد ثبت ذٰلك فی احادیث صحاح لامنازع لھا فلاحاجۃ بنا الی اطالۃ الکلام بسردھا۔	تحقیق یہ ایسی صحیح حدیثوں سے ثابت ہوچکا ہے جن کا کوئی مزاحم نہیں لہٰذا ہمیں اس کی تفصیل میں طویل کلام کی کوئی ضرورت نہیں۔ (ت)

اور جب ذی الحجہ ۱۰ھ کی ۲۹ روز پنجشنبہ تھی تو ربیع الاول ۱۱ھ کی ۱۲ کسی طرح روز دوشنبہ نہیں آتی کہ اگر ذی الحجہ، محرم، صفر تینوں مہینے ۳۰ کے لئے جائیں تو غرہ ربیع الاول روز

[41] المواہب اللدنیۃ آخر البعوث النبویۃ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۶۴۹، شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ آخر البعوث النبویۃ دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۱۱۱

چار شنبہ ہوتا ہے اور پیر کی چھٹی اور تیرھویں، اور اگر تینوں ۲۹ کے لیں تو غرہ روز یکشنبہ پڑتا ہے اور پیر کی دوسری اور نویں، اور اگر ان میں کوئی سا ایک ناقص اور باقی دو کامل لیجئے تو پہلی سہ شنبہ کی ہوتی ہے اور پیر کی ساتویں چودھویں، اور اگر ایک کامل دو ناقص مانئے تو پہلی پیر کی ہوتی ہے پھر پیر کی آٹھویں پندرھویں، غرض بارہویں کسی حساب سے نہیں آتی، اور ان چار کے سوا پانچویں کوئی صورت نہیں، قول جمہور پر یہ اشکال پہلے امام سہیلی کے خیال میں آیا اور اسے لاحل سمجھ کر انہوں نے قول یکم اور امام ابن حجر عسقلانی نے دوم کی طرف عدول فرمایا۔

فی المواہب بعد ذکر القول المشہور (استشکلہ السہیلی وذٰلك انھم اتفقوا ان ذا الحجہ کان اولہ یوم الخمیس) للاجماع ان وقفة عرفة کانت الجمعة (فمہما فرضت الشہور الثلثة توام اونواقص اوبعضہا لم یصح) ان الثانی عشر من ربیع الاول یوم الاثنین (قال الحافظ ابن حجر وھو ظاھر لمن تاملہ وقد جزم سلیمٰن التیمی احد الثقات بان ابتداء مرضہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یوم السبت الثانی و العشرین من صفر ومات یوم الاثنین للیلتین خلتا من ربیع الاول فعلی ھذا یکون صفر ناقصا ولایمکن ان یکون اول صفر السبت الا ان یکون ذوالحجہ والمحرم ناقصین فیلزم منہ نقص ثلثة	مواہب لدنیہ میں قول مشہور کے ذکر کے بعد ہے۔ سہیلی نے اس پر اعتراض وارد کیا ہے وہ یہ ہے کہ علماء ذوالحجہ کے جمعرات کو شروع ہونے پر متفق ہیں کیونکہ وقوف عرفہ بروز جمعہ ہونے پر اجماع ہے۔ تو اب اگر تینوں مہینے (ذوالحجہ، محرم، صفر) کامل (تیس تیس دن کے) فرض کئے جائیں یا تینوں ناقص (انتیس انتیس دن کے) فرض کئے جائیں یا بعض کامل اور بعض ناقص فرض کئے جائیں کسی صورت میں یہ صحیح نہ ہوگا کہ بارہ ربیع الاول شریف پیر کے دن ہو۔ حافظ ابن حجر نے کہا یہ اشکال اس شخص پر ظاہر ہے جو تامل کرے۔ سلیمان تیمی جو کہ ثقہ ہیں قطعی طور پر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بیماری کا آغاز بائیس صفر بروز ہفتہ ہوا اور آپ کا وصال دو ربیع الاول شریف کو ہوا، اس حساب سے ماہ صفر ناقص ہوگا اور جب تک ذوالحجہ اور محرم ناقص نہ ہوں صفر کا آغاز ہفتہ کے روز ہونا ممکن نہیں۔ اس طرح تین مسلسل مہینوں کا ناقص ہونا لازم آئے گا جو کہ مسلسل

اشھر متوالیۃ)وھی غایۃ مایتوالی قال الحافظ واما من قال مات اول یوم من ربیع الاول فیکون اثنان ناقصین وواحد کاملا ولذا رجحہ السھیلی(والمعتمد ماقالہ ابو مخنف)الاخباری الشیعی قال فی المیزان وغیرہ کذاب تالف متروک،وقد وافقہ ابن الکلبی (انہ توفی ثانی ربیع الاول وکان سبب غلط غیرہ انھم قالوا مات فی ثانی شھر ربیع الاول فغیرت فصارت ثانی عشر واستمر الوھم بذٰلك یتبع بعضھم بعضا من غیرتامل[42] اھ)مختصرا۔مزیدا من الشرح **اقول**:و یظھر لمن تامل ھذا الکلام منشأ اختلاف نظر الامامین فی اللیل الی القولین فکان السھیلی نظر ان قول ابی مخنف لایتأتی الا ان تتوالی الاشھر الثلثۃ ذو الحجۃ ومحرم وصفر نواقص وھذا فی غایۃ الندرۃ	ناقص ہونے کی آخری حد ہے۔حافظ نے فرمایا جس شخص نے کہا ہے کہ آپ کاوصال یکم ربیع الاول کو ہے تو اس حساب سے دو مہینے ناقص اور ایک کامل ہوگا۔اسی لئے سہیلی نے اس کو ترجیح دی ہے۔اس باب میں ابو مخنف مؤرخ شیعہ کا قول معتمد ہے۔میزان وغیرہ میں ہے کہ وہ کذاب،تالف اور متروک ہے۔ابن کلبی نے اس کی موافقت کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ۲ ربیع الاول کو ہوا۔ابو مخنف کے غیر زکی غلطی کاسبب یہ ہے کہ علماء نے کہا حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کاوصال شہر (ربیع الاول) کی ثانی (دو) کو ہے،اس میں تغیر کردیاگیا تو یہ اس طرح ہوگیاکہ آپ کاوصال ربیع الاول کی ثانی عشر (بارہ ۱۲) کو ہے (یعنی لفظ شھر کی بجائے لفظ عشر ہو گیا) پھر یہ وہم چلتارہااور اس میں بعض علماء بعض کی بلاتامل پیروی کرتے رہے اھ اختصار شرح میں کچھ اضافے کے ساتھ ۔ **اقول**: (میں کہتاہوں)اس کلام میں تامل کرنے والے پر دونوں اماموں کے دو قولوں کی طرف میلان کے بارے میں نقطہ نظر کے اختلاف کامنشاظاہر ہو جاتاہے، سہیلی نے دیکھاکہ ابو مخنف کاقول تب ہی متحقق ہو سکتاہے جب تینوں مہینے یعنی ذو الحجہ ، محرم اور صفر پے در پے ناقص ہوں اور یہ انتہائی نادر ہے

[42] المواہب اللدنیہ آخر البعوث النبویہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۶۴۸۔۴۹، شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ آخر البعوث النبویہ دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۱۱۰ و ۱۱۱

بخلاف القول الاول فان علیه یکون شهرا کاملا و شهران ناقصین وهذا کثیر فترجح ذٰلك فی نظره مع انه اشد ثبوت بالنسبة الی ذٰلك وکان الحافظ نظران علی القول الاول لایبقی للجمهور عذر فی الباب فالمیل الی مایکون فیه ابداء عذر لهم کما ذکر من وقوع تصحیف شهر بعشر احسن او امتن۔	بخلاف قول اول کے کہ اس پر ایک مہینہ کامل اور دو ناقص ہوتے ہیں اور یہ کثیر الوقوع ہے۔ چنانچہ سہیلی کی نظر میں یہ راجح ہے باوجودیکہ یہ ثبوت میں اس کی بنسبت اقوی ہے جبکہ حافظ نے اس بات کو ملحوظ رکھا کہ قول اول پر جمہور کے لئے اس باب میں کوئی عذر باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ اس قول کی طرف میلان کرنا جس میں ان کے لئے عذر کا اظہار ہو زیادہ بہتر اور زیادہ قوی ہے جیسا کہ لفظ شہر کے لفظ عشر کے ساتھ تبدیل ہوجانے کا ذکر گزر چکا ہے۔ (ت)

مگر امام بدر بن جماعہ نے قول جمہور کی یہ تاویل کی کہ **اثنی عشر خلت** سے بارہ دن گزرنا مراد ہے نہ کہ صرف بارہ راتیں، اور پر ظاہر کہ بارہ" دن گزرنا تیرھویں ہی تاریخ پر صادق آئے گا اور دوشنبہ کی تیرھویں بے تکلف صحیح ہے جبکہ پہلے تینوں مہینے کامل ہوں **کما علمت**، اور امام بارزی وامام ابن کثیر نے یوں توجیہ فرمائی کہ مکہ معظّمہ میں ہلال ذی الحجہ کی رؤیت شام چار شنبہ کو ہوئی پنجشنبہ کا غرہ اور جمعہ کا عرفہ مگر مدینہ طیبہ میں رؤیت دوسرے دن ہوئی تو ذی الحجہ کی پہلی جمعہ کی ٹھہری اور تینوں مہینے ذی الحجہ، محرم، صفر تیس تیس کے ہوئے تو غرہ ربیع الاول پنجشنبہ اور بارھویں دوشنبہ آئی **ذکرها الحافظ فی الفتح** (اس کو حافظ نے فتح میں ذکر کیا۔ ت)

اقول: مدینہ طیبہ مکہ معظّمہ سے اگرچہ طول میں غربی اور عرض میں شمالی ہے،

اما الثانی فظاهر معروف لکل من حج وزار واما الاول فثابت مثبت کالثانی فی الزیجات والاطالس من قدیم الاعصار۔	لیکن قول ثانی ہر اس شخص کے لئے ظاہر اور معروف ہے جو حج و زیارت کی سعادت سے بہرہ ور ہوا جبکہ قول اول قول ثانی کی طرح زمانہ قدیم سے زیجات واطلس میں ثابت ومثبت ہے۔ (ت)

اور ان دونوں اختلافوں کو اختلاف رؤیت میں دخل بیّن ہے کہ اختلاف طول سے بعد نیرین کم وبیش ہوتا ہے اور اختلاف عرض سے قمر کے ارتفاع مدار کے انتصاب اور بالائے افق

اس کی بقا میں تفاوت پڑتا ہے اور کثرت بعدو زیادت انصاب مدار وارتفاع قمروطول مکث سب معین رویت ہیں اوران کی کمی مخل رؤیت، مگربلدین کریمین کے طول وعرض میں چنداں تفاوت کثیر نہیں اورجوکچھ ہے یعنی طول میں دو۲ درجے اور عرض میں تین درجے وہ مانحن فیہ میں ہرگزیہ نہ چاہے گاکہ مکہ معظّمہ میں تورؤیت ہواورمدینہ طیبہ میں نہ ہوبلکہ اگرمقتضٰی ہوگاتواس کے عکس کاکہ مقام جس قدرغربی ترہو امکان رؤیت بیشترہوگاکہ دورہ معدّل میں مواضع غربیہ پرنیرین کاگزرمواضع شرقیہ کے بعد ہوتاہے اورحرکت قمرتوالی بروج بر غرب سے شرق کو ہے توجب موضع شرقی میں فصل قمرین حد رؤیت پرہو غربی میں اورزیادہ ہوگاکہ وہاں تک پہنچنے میں قمرنے قدرے اورحرکت شرق کوکی اورشمس سے اس کافاصلہ بڑھ گیایوں ہی جب عرض مرئی قمرشمالی ہو جیساکہ یہاں تھاتوعرض بلد کاشمالی ترہونا موجب زیادت تعدیل الغروب زائد ہوکرزیادت بعد معدل وطول مکث قمرہوگامگرہے یہ کہ موانع رؤیت حدانضباط سے خارج ہیں تودفع استحالہ وتوجیہ مقالہ کے لئے احتمال کافی اور قواعدپر نظرکیجئے تو واقعی وہ دن مدینہ طیبہ میں رؤیت عادیہ کانہ تھا سلخ ذی القعدہ وسطیہ روز چارشنبہ کوغروب شرعی شمس کے وقت افق کریم مدینہ منورہ میں مؤامرہ رؤیت کے مقدمات یہ تھے۔

ماج ے ا	تقویم شمس
مانح مد	تقویم مرئی قمر
حصحالب	عرض مرئی قمرشمالی
طقہ	تعدیل الغروب
مالح الحہ	قمرمعدل
طصہ لولحہ	بُعدمعدل
حصکح	بُعدسوا

پرظاہرکہ جب بُعد معدّل وبعد سوادونوں دس درجے سے کم ہیں تویہ حالت حالت رؤیت نہیں قریب قریب اسی حالت کے مکہ معظّمہ میں تھی مگرازانجاکہ وہ نودرجے یہ آٹھ درجے سے زائد ہے رؤیت پرحکم استحالہ بھی نہ تھا حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی برکات بے نہایات کے حضوریہ کیابات تھی کہ ایسے امکان غیر متوقع کی حالت میں فصل وقفہ جمعہ ملنے کے لئے بحکم الٰہی مکہ معظّمہ میں شام چارشنبہ کورؤیت واقع ہوگئی افق مدینہ طیبہ میں حسب عادت معہودہ نہ ہوئی پھرروزرؤیت ایام حمل ثور

وجوزا خصوصًا ان بلاد گرم سیر میں گردوغبار ہونا کوئی نامتوقع بات نہیں۔ یہ تحقیق کلام علما ہے مگر امام عسقلانی نے ان توجیہوں پر قناعت نہ کی، پہلی پر مخالفت محاورہ سے اعتراض فرمایا کہ اہل زبان جب یہ لفظ بولتے ہیں بارہ "راتیں ہی گزرنا مراد لیتے ہیں، نہ بارہ دن کہ یہ تیرہویں پر صادق ہو اور اول ودوم دونوں میں یہ استبعاد بتایا کہ چار مہینے متواتر تیس دن کے ہوئے جاتے ہیں۔

فی المواھب عن الفتح ھذا الجواب بعید من حیث انہ یلزم منہ توالی اربعۃ اشھر کوامل[43]۔	مواہب میں فتح سے منقول ہے کہ یہ جواب اس لئے بعید ہے کہ اس سے چار مہینوں کا پے درپے کامل ہونا لازم آتا ہے۔ (ت)

اقول: اگر ندرت مقصود توالزام مفقود کہ دفع استحالہ کو احتمال کافی، خود امام عسقلانی نے جو قول اختیار فرمایا اس پر تین مہینے متوالی ناقص آتے ہیں یہ کیا نادر نہیں، اور اگر امتناع مراد توظاہر الفساد تین سے زیادہ متواتر ۲۹ کے مہینے نہیں ہوتے تیس کے چار تک آتے ہیں ہاں پانچ نہیں ہوتے۔ تحفہ شاہیہ علامہ قطب الدین شیرازی وزیج الغ بیگی میں ہے:

واللفظ لہ "اہل شرع ماہ ہائے ایں تاریخ از رؤیت ہلال گیرند وآں ہرگزازسی روز زیادہ نباشد وازبست ونہ روز کمترنے وتاچہار ماہ متوالی سی سی آید وزیادہ نے وتاسہ ماہ متوالی بست ونہ بست ونہ آید وزیادہ نے۔[44]	اور لفظ اس کے ہیں۔ اہل شرع اس تاریخ کے مہینوں کو چاند کی رؤیت سے لیتے ہیں اور وہ ہرگز تیس دن سے زائد اور انتیس سے کم نہیں ہوتے اور چار ماہ تک متواتر تیس تیس کے ہو سکتے ہیں زیادہ نہیں، اور تین ماہ تک متواتر انتیس انتیس کے ہو سکتے ہیں زیادہ نہیں۔ (ت)

ثم اقول: **وباللہ التوفیق** (پھر میں کہتا ہوں اور اللہ تعالٰی کی توفیق کے ساتھ۔ت) قول جمہور سے قول مہجور کی طرف عدول نامقبول ہونے کے لئے اسی قدر بس تھا کہ اس کے لئے توجیہ وجیہ موجود ہے نہ کہ جب وہ اقوال مہجور ودلائل قاطعہ سے باطل ہوں کہ اب تو ان کی طرف کوئی راہ نہیں۔ اوپر واضح ہوا کہ ان دونوں حضرات کا منشائے عدول تمسک بالحساب ہے کہ پیر کا دن

---

[43] المواھب اللدنیۃ آخر البعوث النبویۃ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۶۴۹

[44] زیج الغ بیگ

یقینی تھا اور وہ بارہویں پر منطبق نہیں آتا پہلی دوسری پر آسکتا ہے مگر حساب ہی شاہد عدل ہے کہ اس سال ربیع الاول شریف کی پہلی یادوسری پیر کو ہونا باطل ومحال ہے، فقیر اس پر دو حجت قاطعہ رکھتا ہے۔

دلیل اوّل: غرہ وسطیہ کہ علماء زیج بحساب اوسط لیتے ہیں نیرّین کے اجتماع وسطی سے اخذ کرتے ہیں اور بداہۃً واضح کہ رؤیت ہلال اجتماع قمرین سے ایک مدت معتد بہاکے بعد واقع ہوتی ہے تو غرہ ہلالیہ کبھی غرہ وسطیہ سے مقدم نہ آئے گا وانما غایتہ التساوی (اس کی غایت تو محض تساوی ہے) اور اجتماع ورؤیت میں کبھی اتنا فصل بھی نہیں ہوتا کہ قمر ڈیڑھ دوبرج طے کرجائے لہٰذا تقدم وسطیہ کی نہایت ایک دودن ہے وبس، **کل ذٰلك ظاھر من له اشتغال بالفن** (یہ سب ظاہر ہے اس شخص کے لئے جو فن کے ساتھ مشغولیت رکھتا ہے۔ت) اور آشنائے فن جانتا ہے کہ ۱۱ھ ہجریہ میں ماہ مبارک ربیع الاول شریف کا غرہ وسطیہ روز سہ شنبہ تھا تو غرہ ہلالیہ یک شنبہ یا دوشنبہ کیونکر متصور کہ اگر یہ سہ شنبہ متاخر ہے تو ہلالیہ کا وسطیہ پر تقدم لازم آتا ہے اور اگر مقدم ہے تو اجتماع سے چار پانچ روز تک رؤیت نہ ہونے کا لزوم ہوتا ہے اور دونوں باطل ہیں،

وبعین الدلیل یستحیل ماتقدم عن سلیمٰن التیمی من کون غرۃ صفر یوم السبت فان غرتہ الوسطیۃ یوم الاثنین فکیف یمکن ان تتقدمھا الھلالیۃ بیومین او تتاخر عنھا بخمسۃ ایام وبہ یظھر استحالۃ ما اعتمدہ الحافظ بوجہ اٰخر فان مبناہ انما کان علی ھذا کما علمت۔	اور اسی دلیل سے سلیمان تیمی کے اس قول کا محال ہونا ثابت ہوتا ہے جو پہلے گزر چکا یعنی ماہ صفر کا آغاز بروز ہفتہ ہوا اس لئے کہ جب اس کا غرہ وسطیہ بروز پیر ہے تو غرہ ہلالیہ کا اس پر دودن مقدم ہونا یا اس سے پانچ دن مؤخر ہونا کیسے ممکن ہے اور اسی سے حافظ کے قول معتمد کا محال ہونا ایک اور وجہ سے ظاہر ہوتا ہے کیونکہ اس کی بنیاد بھی اسی دلیل پر ہے جیسا کہ تو جان چکا ہے۔(ت)

دلیل دوم: فقیر نے شام دوشنبہ ۲۹ صفر وسطے ۱۱ھ کے لئے افق کریم مدینہ طیبہ میں نیرّین کی تقویمات استخراج کیں اور حساب صحیح معتمد نے شہادت دی کہ اس وقت تک فصل قمرین حد رؤیت معتادہ پر نہ تھا آفتاب جوزا کے ۶ درجے سترہ دقیقے باون ثانیے پر تھا اور چاند کی تقویم مرئی جوزا کے پندرہ درجے ستائیس دقیقے اکتیس ثانیے، فاصلہ صرف ۹ درجے ۹ دقیقے

۳۹ ثانیے تھا،اور حسب قول متعارف اہل عمل رؤیت کے لئے کم سے کم دس درجے سے زیادہ فاصلہ چاہئے۔حاشیہ شرح چغمینی للعلامہ البرجندی میں ہے:

المذکور فی الکتب المشھورۃ انہ ینبغی ان یکون البعد بین تقویمی النیرین اکثر من عشرۃ اجزاء وقیل ینبغی ان یکون مابین مغاربیھا عشرۃ اجزاء اواکثر حتی یکون القمرفوق الارض بعد غروب الشمس مقدار ثلثی ساعۃ اواکثر والمشھور فی ھذا الزمان بین اھل العمل انہ ینبغی ان یتحقق الشرطان حتی تمکن الرؤیۃ ویسمون البعد الاول بعدالسواء والبعد الثانی بعد المعدل[45]۔	مشہورکتابوں میں مذکورہے کہ نیرین(شمس وقمر)کی تقویموں کے درمیان دس درجے سے زائد فاصلہ نہ چاہئے۔اور کہاگیاہے کہ ان کی مغربوں کے درمیان دس درجے یااس سے زائد فاصل ہوناچاہئے یہاں تک کہ چاند غروب آفتاب کے بعد دوتہائی ساعت یا اس سے زائد مقدار پرزمین سے اوپر ہو۔اور اس زمانہ میں اہل عمل کے درمیان مشہوریہ ہے کہ دونوں شرطیں متحقق ہونی چاہئیں تاکہ رؤیت ممکن ہو۔بعد اول کانام بعد سواء اور بعد ثانی کانام بعد معدل رکھتے ہیں۔(ت)

شرح زیج سلطانی میں ہے:

باید کہ بعد معدل دہ درجہ باشد یازیادہ وبعد میان دو تقویم ایشاں ازدہ زیادہ باشد تاہردوشرط وجودنگیرد ہلال مرئی نہ شود و متعارف دریں زمان ایں ست[46]۔	بُعد معدل دس درجے یااس سے زائد ہوناچاہئے اوران کی دو تقویموں کے درمیان بُعد دس سے زائد ہوگا۔جب تک دونوں شرطیں موجودنہ ہوں چاند دکھائی نہیں دے گا۔اس زمانہ میں یہی متعارف ہے۔(ت)

[45] حاشیۃ شرح چغمینی

[46] شرح زیج سلطانی

جزئیاتِ موامرہ کی جدول یہ ہے

وتـم	وقت غروب شرعی بعد نصف النہار وسطے زیجی
ج وسرنب	تقویم حقیقی شمس بوقت مذکور
ج لوے الب	تقویم حقیقی قمر بوقت مذکور
حہ ـم	عرض حقیقی قمر شمالی
مقـہ نا	اختلاف منظر قمر طولی جدولی
الحقرح	اختلاف منظر قمر عرضی جدولی
ج مہ الرلا	تقویم مرئی قمر ....
جـ محلب	عرض مرئی قمر شمالی
احـر	تعدیل الغروب ....
ج سولدلا	قمر معدل ....
زندحہ ہ لح	مطالع نظیر جزء الشمس ....
زسحو لود	مطالع نظیر جزء القمر المعدل.........
ماحمہ لح	بعد معدل ....
طحط لط	بعد سوائی..........
غیر متوقع	حکم رویت ہلال ....

جب شب سہ شنبہ تک نیرّین کا یہ حال تھا کہ وقوع رؤیت ہلال ایک مخفی غیر متوقع احتمال تھا تواس سے دوایک رات پہلے کا وقوع بداہۃً محال تھا جب اس رات قمر صرف نودرجے آفتاب سے شرقی ہوا تھا توشام یک شنبہ کو قطعًا کئی درجے اس سے غربی تھااور غروب شمس سے کوئی پاؤ گھنٹے پہلے ڈوبا اورشام شنبہ کوتوعصر کااعلٰی مستحب وقت تھا جب چاند حجلہ نشین مغرب ہوچکاپھررات کو رؤیت ہلال کیازمین چیر کر ہوئی۔ غرض دلائل ساطعہ سے ثابت ہے کہ اس ماہ مبارک کی پہلی یادوسری دوشنبہ کی ہر گزنہ تھی اورروز وفات اقدس یقینا دوشنبہ ہے تووہ دونوں قول قطعًا باطل ہیں اور حق وصواب وہی قول جمہور بمعنی مذکور ہے یعنی واقع میں تیرہویں اور بوجہ مسطور تعبیر میں بارہویں کہ بحساب شمسی نہم

جزیران ۹۴۳ سنہ رومی نوسو تینتالیس رومی اسکندررانی ہشتم عـــہ جون ۶۳۲ چھ سو بتیس عیسوی تھی۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم